ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE: 2789-8784

ZAUQ-E-TAHQEEQ
www.Zauq-e-Tahqeeq.com
editor@zauq-e-tahqeeq.com

ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE:2789-8784
Volume.6,Issue No.4 (2024)
(October to December)

نئے نقاد کے نام خطوط: تجزیاتی مطالعہ

Letters to the New Critic: An Analytical Study

ڈاکٹر عثمان غنی

استاد شعبۂ اُردو، نمل، اسلام آباد

ڈاکٹر نعیم مظہر

ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، نمل، اسلام آباد

Dr. Usman Ghani
Department of Urdu Language and Literature, NUML, Islamabad
Dr. Naeem Mazhar
Associate Professor, Department of Urdu Language and Literature, NUML, Islamabad

Abstract:
This book contains the letters of Dr. Nasir Abbas Nair addressed to the new critic. In it, many important literary issues are discussed from a critical point of view. In this book, the philosophies of the East and the West, in addition to philosophers, art, artists, criticism and critics are openly discussed. I divide this book into four parts and I will talk about them. In my view, this book consists of four major literary Topics: critic, criticism, art, and artist. Basically, as soon as we hear the name of this book, it comes to our mind that it is a principled, exemplary or action plan book for critics, there is no doubt about it; rather, the attribute of this book is " Letters to the New Critic!", from this. The importance of this book also increases for critics. In this book, critics get instructions, guidance, advice and caution.

Keywords: Critic, Criticism, Letters, Text, philosophy, critical theories, language, literature, fiction.

مغالطے کی کئی قسمیں ہیں؛ ظاہری، باطنی، ذاتی، شخصی، علمی، معروضی یا موضوعی؛ یا اس سے زیادہ بھی ہو سکتی ہیں، ممکن ہے بعض مغالطے ایسے ہوں کہ جن کو ہم جانتے ہی نہ ہوں مگر وہ ہمارے مغالطے ہی ہوں۔ مذکورہ کتاب "نئے نقاد کے نام خطوط" میں بھی چند مغالطوں کی قسمیں بتائی گئی ہیں؛ جس میں شخصیت کے لحاظ سے نو مغالطوں کا ذکر کیا گیا ہے (۱) کہ فلاں آدمی متکبر ہے تو اچھا ناول نگار کیسے ہو سکتا ہے، فلاں آدمی اعلیٰ عہدے پر ہے تو اچھا شاعر کیسے ہو سکتا ہے، فلاں آدمی مذہبی ہے تو اس کے افسانے پڑھنے کے قابل نہیں، وغیرہ وغیرہ۔ مگر مصنف موصوف نے ایک مغالطے کا ذکر نہیں کیا (شاید دانستہ طور پر) کہ ایسے مصنف جن کی ابتدائی تحریریں تو قابلِ توجہ نہیں ہوتیں یا شہرت نہیں پا سکتیں یا پھر ان تحریروں پر چربہ سازی، سرقہ بازی، یا پھر ترجمہ ہونے کے مختلف لیبل لگا دیے گئے تو لہٰذا اس کی بعد کی تحریریں بھی ایسی ہی ہوں گی؛ یعنی پڑھے بغیر مغالطے میں آ کر رائے زنی کر دینا۔ ایسی تنقیدی رائے اور ایسے نقاد کے بارے میں اسی مذکورہ کتاب سے ایک اقتباس دیکھیے:

" تنقید سے متعلق بصیرت اس وقت مکمل ہوتی ہے، جب یہ بھی جان لیا جائے کہ تنقید میں جسے بہ طور دلیل پیش کیا گیا ہے، کیا وہ واقعی دلیل ہے یا دلیل کے پردے میں مغالطہ پیدا کیا گیا ہے اور یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ مغالطہ شعوری طور پر پیدا کیا گیا ہو۔"(۲)

میں نے بھی یہ کتاب ایک مغالطے کے ضمن میں شروع کی تھی اور ذہن میں ایک غلط فہمی پال کے پڑھنا چاہی مگر جب "پیش لفظ" ہی سے ایک پیراگراف فن پارے کی جانچ کے حوالے سے میں نے پڑھا تو چونک اٹھا اور اس کتاب کو مسلسل پڑھتا گیا اور اس کے سحر میں گرفتار ہوتا گیا۔ وہ پیراگراف دیکھیے:

"کیا وہ (فن پارہ) ہمیں اپنی تخیلی یا علمی دنیا میں، فعال شرکت پر آمادہ کر رہا ہے، اور پھر اس شرکت کی وساطت سے، ہمیں ہماری ہی حقیقی نفسی اور سماجی دنیا کو نئے سرے سے، یا کسی پرانے، آزمودہ طریقے مگر تازہ پیرائے میں کھوجنے کے قابل بنا رہا ہے، یا وہ ہمیں ایک جذباتی شدت میں مبتلا کر کے، ہمارے ذاتی فہم کو معطل کر کے، ہمیں اپنا معمول بنا کر، ہمیں کسی کے حق یا مخالفت کی راہ پر ڈال رہا ہے۔ وہ ہماری ذہنی، جذباتی، فکری نمو اور کشادگی میں مدد کر رہا ہے؛ ہمارے ذہنوں، ہمارے دلوں پر چھائی گرد ہٹانے، ہماری روحوں میں پڑی گرہوں اور ہماری آس پاس کی حقیقی دنیا سے متعلق پیچیدہ سوالوں کے جواب تلاش کرنے میں ہمارا ساتھ دے رہا ہے، یا ہمیں اپنی یا کسی بڑی انا کے مقاصد میں بروئے کار لا رہا ہے۔"(۳)

پیش لفظ میں ہی مصنف موصوف نے دو مکتوب نگاروں کا ذکر کیا ہے جنھوں نے تخلیق کاروں کے لیے خطوط لکھے؛ پہلا، نوجوان شاعر کے نام جرمن زبان کے آسٹریائی شاعر رلکے (Rainer Maria Rilke) کے خطوط اور دوسرا، پیرو کے ممتاز ناول نگار یوسا (Jorge Mario Pedro Vargas Llosa) کے خطوط، جو مصنف کے بہ قول ان کے پیشِ نظر بھی رہے۔ مگر ساتھ ہی ایک بات جو مصنف نے کہی وہ یہ ہے کہ "محبوبوں، شاعروں، فکشن نگاروں کو تو بہت خطوط لکھے گئے، سوچا، کیوں نہ راندہ درگاہ سمجھے جانے والے، نقاد کو بھی خط لکھے جائیں۔"(۴) مگر میرے مطالعے کے مطابق دو اہم ترین خطوط موجود ہیں جو تنقیدی نقطۂ نظر سے لکھے گئے اور شعر، شاعر / ادیب اور فن کے خصائص پر بحث کرتے ہیں۔ جن میں پہلا خط اطالوی شاعر و نقاد ہوریس (Horace 65BC-8BC) کا ہے جس نے پیسو خاندان کے فرد Lucius Calpurnius Piso کو ۱۹ قبل مسیح میں لکھا جو رومن ایمپائر کا مشہور سینیٹر بھی تھا۔ یہ جاننا چاہتا تھا کہ اچھی شاعری اور اچھا ڈراما کیا ہوتا ہے۔ یہی خط بعد ازاں کتابی شکل میں بھی شائع ہوا جس کا اطالوی نام Ars Poetica اور انگریزی نام The Art of Poetry رکھا گیا۔ یہ خط نقادوں، شاعروں اور ادیبوں کے لیے کئی صدیوں تک رہنما کے طور پر استعمال ہوتا آیا ہے، یہاں تک کہ دانتے جیسا عظیم شاعر و مفکر بھی اس خط کا معترف تھا۔ ڈاکٹر جمیل جالبی اس خط کے بارے کہتے ہیں:

"ہوریس کے اس مکتوب کی بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے شاندار جملے اور چست بندش و تراکیب پڑھنے والے کو اپنی طرف متوجہ کر لیتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اپنے زمانے سے لے کر بعد تک دوسرے مصنفین نے کثرت سے اس کے جملے نقل کیے ہیں۔ جس اختصار کے ساتھ اس نے تنقیدی خیالات پیش کیے ہیں اور جس جامعیت کے ساتھ اس نے ادبی

وفنی مشورے دیے ہیں ان میں اقتباس کیے جانے کی غیر معمولی لپک پیدا ہوگئی اور اس کے فقرے اور بندشیں ضرب المثل بن کر تحریر و تقریر میں آنے لگے۔"(۵)

دوسرا خط مشہور عربی نابینا شاعر ابوالعلا معری (۹۷۳-۱۰۵۷) کا "رسالۃ الغفران" ہے۔ جو انھوں نے اپنے ادبی دوست ابوالقارح جلبی کے خط کے جواب میں لکھا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس خط کے اثرات دانتے کی ڈیوائن کامیڈی پر بھی ہیں۔ یہ خط معراج نامے کی طرز پر ہے جس میں مختلف آسمانوں پر مختلف شعرائے کرام اور فلسفیوں سے ملاقاتیں بھی ہیں۔ ابنِ عربی کی فتوحاتِ مکیہ اور اقبال کی جاوید نامہ پر بھی اس کے واضح اثرات دیکھے جاسکتے ہیں۔ پروفیسر یوسف سلیم چشتی اس خط کے بارے میں کہتے ہیں:

"اس رسالہ (خط) میں نہ صرف بعض قدیم اور ہمعصر شعرا کے کلام پر تنقید ہے بلکہ علمائے لغت سے ملاقات کے دوران میں بعض ادبی اور لغوی مسائل پر بحثیں بھی ہیں۔"(۶)

میری دانست کے مطابق یہ دونوں مذکورہ طویل خطوط بھی نقادوں کے لیے خصوصی اہمیت کے حامل ہیں؛ جن سے ادب، ادیب، شاعر، فن، تنقید اور نقاد کے مابین باہمی رشتوں سے ہم آہنگی پیدا ہوتی ہے۔ مذکورہ بحث بھی "نئے نقاد کے نام خطوط" کی دین ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ایک ایسی ساحرانہ کتاب ہے کہ جسے ہر ادیب، شاعر، نقاد اور فنکار کو پڑھنا چاہیے۔

اس کتاب میں مشرق و مغرب کے فلسفوں، فلسفیوں کے علاوہ فن، فنکار، تنقید اور نقاد پر کھل کر بات کی گئی ہے۔ میں اس کتاب کو چار حصوں میں تقسیم کرتا ہوں اور انھیں کے حساب سے بات کروں گا۔ میری نظر میں یہ کتاب چار بڑے ضمروں پر مشتمل ہے: نقاد، تنقید، فن، فنکار۔ مذکورہ کتاب انھیں کے اوصاف، خصائص، خوبیاں اور خامیاں بان کرتی ہوئی دلکش اسلوب کی حامل ہے۔ سب سے پہلے میں "نقاد" کے حوالے سے اس کتاب پر بحث کروں گا۔

- نقاد

بنیادی طور پر اس کتاب کا نام سنتے ہی ہمارے ذہن میں آجاتا ہے کہ یہ نقادوں کے لیے کوئی اصولی، مثالی یا لائحۂ عمل کی کتاب ہے، تو اس میں کوئی شک نہیں؛ بلکہ اس کتاب کا انتساب بھی "نئے نقادوں کے نام!" ہے، اس سے بھی نقادوں کے لیے اس کتاب کی اہمیت بڑھ جاتی ہے۔ اس کتاب میں نقادوں کو ہدایات، رہنمائی، نصیحت اور خبردار رہنے کی بھی تلقین ملتی ہے۔ پہلے ہی خط میں نئے نقاد کو نصیحت کرتے ہیں؛

" ہمارے ثقہ نقاد اور تخلیق کار تنقید کی مذمت میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے۔ کہتے رہتے ہیں؛ تنقید، تخلیق کے مقابلے میں کم تر اور دوسرے درجے کی سرگرمی ہے۔ لیکن، اے نئے نقاد! تم ان باتوں سے گھبراؤ نہیں۔ آخر یہ باتیں ہم جیسے انسانوں نے ہی کہی ہیں۔ تم ان کے اسباب پر سوچو اور لکھو۔"(۷)

یہیں سے نقاد کے لیے اصول و ضوابط طے ہونا شروع ہو جاتے ہیں اور ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ مصنف موصوف بتانا چاہ رہے ہیں کہ ہر نقاد، بالخصوص نیا نقاد اس بات کو پلے باندھ لے کہ تنقید بھی تخلیق ہی ہوتی ہے یا تخلیق کے برابر ہوتی ہے؛ تو پھر معتوب کیسے ہو سکتی ہے؟ اور اگر کوئی یہ کہے کہ تنقید تخلیق سے کم تر یا کارِ مذموم ہے تو ان لوگوں کی باتوں پہ توجہ کیے بغیر آگے بڑھتے رہو، کیوں کہ یہ ایک بھاری اور اہم ذمہ داری ہے کوئی آسان یا عام کام نہیں۔ اس اہم کام کی ذمہ داریوں کے متعلق اسی خط میں آگے جا کر لکھتے ہیں:

> " نقاد بننے کا فیصلہ کر کے تم نے کچھ ذمہ داریاں اپنے لیے لازم کر لی ہیں: سوچنا، سوال اٹھانا، متن سے کلام کرنا، متن کے دوسرے متون سے جاری کلام کو سننا اور پھر جرأت سے لکھنا۔۔۔۔۔۔۔ دلیل کو شائستگی سے پیش کرنا، جو نقاد کسی سابق ادیب یا ہم عصر کی ذلت میں خوشی اور فخر محسوس کرے، خواہ اس کے بیان میں کتنی ہی کاٹ ہو، اور اس نے دلائل گھڑنے کی کتنی ہی کوشش کی ہو، اسے دور سے سلام کرنا۔ دوسروں کی ذلت کی خواہش، جواز اور دلیل گھڑ لیتی ہے، اسے پہچاننے میں دیر اور غلطی نہ کرنا۔"(۸)

اس پیراگراف میں نقاد کی سات ذمہ داریاں گنوائی گئی ہیں، تو یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ یہ انتہائی مشکل کام ہے۔ نقاد خود جلتا ہے تو دوسروں کو روشنی پہنچاتا ہے، دوسروں کے دکھوں کو خود پر جھیلتا ہے تو آگے بات جاری کرتا ہے، دشنام طرازی کے باوجود سلیقے اور شائستگی کا دامن ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔ اسے فن کی گہرائی تک پہنچنا ہوتا ہے نہ کہ شہرت یا صلے کا متمنی ہونا ہوتا ہے۔ سوالات کی بوچھاڑ اور تمام تر توپوں کا رخ ہر وقت اسی کی طرف ہوتا ہے، اس لیے مصنف نے سوالات کے ضمن میں کچھ احتیاطی تدابیر بتائی ہیں جو نئے نقاد کو ہمیشہ ملحوظ رکھنی ہوتی ہیں، دیکھیے:

> "سوالوں کے جواب ضرور دیا کرو، مگر دشنام اور ملامت کے نہیں۔ سوال کو پہچاننے کی صلاحیت ایک نقاد میں سب سے زیادہ ہونی چاہیے؛ اس کے لیے سوال کی زبان اور منطق پر غور کرو گے تو جلد پہچان جاؤ گے کہ کہاں سوال ہے اور کہاں محض کسی نفرت، دشمنی، تعصب کو سوال کے پردے میں چھپایا گیا ہے۔ تم رفتہ رفتہ جان جاؤ گے کہ لوگوں کے پاس سوال کم سے کم ہیں اور منفی جذبات کا انبار ہے۔ سوال تو نعمت ہے۔ کاش نعمت اتنی ارزاں ہوتی! ادیبوں کے سوالوں کے سلسلے میں زیادہ ہوشیار ہونے کی ضرورت ہے، کیوں کہ انھیں نفرت و دشمنی کو لفظوں میں چھپانا آتا ہے۔"(۹)

سوال کرنے اور سوال کو سمجھنے کے متعلق نقاد کو یوں نصیحت کرتے ہیں: "سوال کو کیسے پہچانیں، یہ سوال، کتاب اور خود سے کلام کرتے ہوئے، اٹھاتے رہا کریں۔"(۱۰) ایسی بے شمار نصیحتیں اور رہنمائی کے اصول نئے و پرانے نقاد کے لیے اس کتاب میں موجود ہیں کہ اس کو پڑھے بغیر نقاد آگے بڑھے تو ٹھوکریں ہی کھائے گا؛ فلسفیانہ بحثیں کیسے سمیٹنی ہیں، تھیوری کیا، کیوں اور کیسے؟ کے ساتھ ساتھ اک ادبی تھیوری کے اطلاق کو ممکن کیسے بنانا ہے؟ وجودیت، جدیدت، مابعد جدیدیت، ساختیات، جدید شاعر اور اس کی لفظیات، کلاسیک شاعر اور اس کی لفظیات و لغت، معنی کی بحثیں، فکشن کے تناظرات، پاپولر فکشن پر مکمل بحث اور صارفیت و سامراجیت سے پاپولر فکشن کے ڈانڈے ملانا اور ثابت کرنا، کینن کیا ہے اور یہ کیسے تخلیق ہوتا ہے، اور کوئی فن پارہ ان کیننوں کو کیسے توڑتا ہے؟ مبالغہ آمیز خطابات سے لبریز ناموں سے کیسے بچنا ہے؟ خطابت کیوں متاثر کرتی ہے؟ لفاظی کا جادو کیا ہے؟ مطالعہ کیوں ضروری ہے؟ مشرق و مغرب کے لکھاریوں میں اہم فرق کیا ہے؟ مغربی و مشرقی فلسفی و تھیورسٹ ہمارے ہی ہیں۔ ایک نقاد کو کن کتابوں کو پڑھنا ہے اور کن سے بچنا ہے؟ لازم و ملزوم کتابوں کی ایک مکمل فہرست۔ نو آبادیات کو سمجھنا کیوں ضروری ہے؟ استعمار کی مذمت ایک نقاد کا اہم فریضہ ہے۔ تاثر اور تنقید میں فرق کرنا سیکھو۔ اصل سچائی کو تلاش کرو۔ گھڑی گئی سچائی سے کیسے بچنا ہے۔ طاقت

اور طاقت ور کا فلسفہ کیا ہے؟ طاقتیں ہمیں کیسے کنٹرول کرتی ہیں۔ نی جانے ایسے کتنے ہی موضوعات ہیں جو اس کتاب میں زیرِ بحث آئے ہیں اور ایک نئے نقاد کو موضوع بنا کر انھیں ان کی پہچان، شناخت اور ضرورت واہمیت واضح کی گئی ہے۔

- تنقید

اگر یہ کتاب نقاد کو موضوع بناتی ہے تو یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ اس میں تنقید اور تنقیدی مباحث کو بار بار جگہ دی گئی ہو گی اور یہ بات بالکل بجا ہے۔ تنقید کے بارے میں پیش لفظ سے ہی گفتگو شروع ہو جاتی ہے، بلکہ مصنف نے تو خود اقرار کیا ہے کہ اس کتاب کو لکھنے کی وجہ ہی تنقید ہے کہ ہر کوئی تنقید پہ طنز و تضحیک کے نشتر برسا رہا تھا تو اس کی اہمیت کو واضح کرنے کے لیے یہ خطوط لکھے گئے: "ان خطوط کو لکھنے کی وجہ کرونا وبا کے دنوں میں یہ محسوس کرنا کہ تنقید بہ طور صنفِ ادب، طنز و تضحیک کی زد پر ہے۔"(۱۱) تنقید کی اہمیت کے متعلق چند جملے پیش لفظ سے ہی دیکھیے:

- کسی سماج سے تنقیدی فکر کے خاتمے کا خواب، اس سماج میں سیاسی ہی نہیں، سماجی آمریت قائم کرنے والا ہی دیکھ سکتا ہے۔
- خود سپردگی اور یکجائی کے جذبات بہ یک وقت عاشقانہ اور متصوفانہ ہیں، یعنی اپنے اندر گہری، پر کیف خود فراموشی، بہ رضا و رغبت کی خود سپردگی اور اسی بنا پر ایک نوع کی تقدیس رکھتے ہیں، اور اسی کا لاشعوری احساس کرتے ہوئے، کئی بار تنقید کو تخلیق کی تقدیس کے مقابلے میں، دنیوی (Profane) اور اسی بنا پر حقیر اور غیر ضروری سرگرمی خیال کیا جاتا ہے اور سخت ناپسند کیا جاتا ہے۔
- اگر شاعری و فکشن انسانی اختراع نہ ہوتے اور ہماری ہی دنیا کو مخاطب نہ کرتے، تو پھر تنقید بالکل غیر ضروری تھی۔
- تنقید، تخلیق کو انسانی فہم کے مدار میں لے آتی ہے اور تخلیق کو ہماری داخلی و خارجی دنیاؤں میں اپنا کردار، اپنے جملہ امکانات کے ساتھ، ادا کرنے میں مدد دیتی ہے۔

تنقید کے لیے اس مکھی کی تمثیل بے جا ہے جو گھوڑے کو پریشان کرتی ہے، اس کے لیے اگر کوئی تمثیل موزوں ہو سکتی ہے تو وہ سائیس کی ہے جو گھوڑے میں چھپے فنکار کو پہچانتا ہے اور اسے اپنے فن کو دنیا کے سامنے لانے میں مدد دیتا اور سب سے پہلے سراہتا ہے۔ مصنف موصوف نے پہلے ہی خط میں تنقید کی اہمیت کو تنقیدی آگہی و بصیرت سے واضح کیا ہے اور یہ بات نئے نقاد کو سمجھائی ہے کہ ہر صورت اس کے پاس تنقید کی بصیرت ہونی چاہیے اس کے بعد چاہے وہ کسی پر بھی نقد کرے یا کسی کے بھی حوالے درج کرے مگر اس کے پاس جو خصوصیت ہونی چاہیے وہ تنقید کی آگہی ہے، اقتباس دیکھیے:

> "یاد رکھو! تم نقاد ہو، تمھارے پاس بس تنقیدی آگہی ہونی چاہیے۔ تم مغرب، مشرق، افریقا، لاطینی امریکا اور یہاں کی زبانوں کے کسی ادیب یا نقاد کے بارے میں لکھو، مت ڈرو، بس یہ لازم کر لو کہ تمھاری آگہی تنقیدی ہونی چاہیے۔ علم، ہمیشہ سے سرحدوں سے ماورا رہا ہے۔"(۱۲)

تنقیدی آگہی کوئی عام سی چیز نہیں کہ کسی کے بھی ہاتھ آجائے اس کو حاصل کرنے کا کلیہ بھی اسی کتاب میں درج ہے جس کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ اس خصوصیت کو حاصل کرنے کے لیے کتنے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں اور کتنا مطالعہ درکار ہے۔ تنقیدی آگہی و بصیرت کسی نظریے کو چار اطراف سے سمجھنے سے حاصل ہوتی ہے؛ نظریے سے متعلق سوالات کو قطعیت کے ساتھ واضح کرنے سے، نظریے کے بنیادی مفروضے کا تجزیہ کرنے سے، وہ نظریہ ادب کے بارے میں کس بصیرت کو سامنے لا سکتا ہے، ادبی متن

میں بصیرتوں کی تلاش میں مدلل انداز کو جاننے سے۔ یہ مختصراً سا بیان ہے تنقیدی آگہی کو حاصل کرنے کا۔ ہم سے عموماً بہت سے لوگوں کو اس بات کا احساس دامن گیر رہتا ہے یا پھر کوئی بھی شخص کسی بھی نقاد سے بے دھڑک پوچھ لیتا ہے کہ آج کی دنیا میں یا معاصر منظرنامے میں تنقید کا کیا کردار ہے؟ تو ہم اس کا جواب ادھر ادھر کی باتوں سے دینے لگتے ہیں مگر اس کتاب میں اس سوال کا جواب ڈھونڈنے کا مفصل طریقہ بیان کیا گیا ہے۔ اک نظر ڈال کر اندازہ کیجیے:

> "ذرا غور کرو کہ تم اب تنقید کا کیا کردار دیکھتے ہو؟ تم دیکھو گے کہ یہ سوال تمھیں اب تک کی، یا کم از کم پچھلی صدی کی تنقید کے کردار کے جائزے کی تحریک دے گا۔ تمام نظریات کو پڑھنے، سمجھنے کے بعد تم اس نتیجے پر پہنچو گے کہ ان میں سے اب، تنقید نے کس کو جاری رکھنا ہے، کس سے بچنا ہے اور کہاں نئے زاویوں کی تلاش کرنی ہے۔"(۱۳)

تنقید کی خوبیوں، خامیوں کے علاوہ مصنف نے اس کتاب میں تنقید کی اہمیت، ضرورت، اساس، تنقید اور معاشرہ، تنقیدی آگہی و بصیرت، تنقید اور طاقت، تنقید اور خوف، تنقیدی رائے، تنقیدی تبصرہ، تنقیدی اصطلاحات، تنقید اور کلاسیک ادب، تنقید اور جدید ادب، تنقید مقدم یا ادب؟ تنقید اور تخلیق میں فرق؟ تنقیدی اصول اور ادب، تنقید اور بین المتونیت، تنقید اور تنقیدی نظریہ، تنقید اور سیاست، تنقید اور عصری ضرورت، تنقید اور فہم، تنقید اور تاثر، تنقید اور نقاد، تنقید اور قاری، تنقید اور مصنف، تنقید اور متن، تنقید اور فن، تنقید اور فن پارہ، تنقیدِ معروضی اور تنقیدِ موضوعی میں فرق؟ تنقید اور تصورات وغیرہ وغیرہ کو بہت تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اس کے علاوہ مصنف کے نزدیک تنقید کی تعریف کیا ہے؟ اس سوال کا جواب ساتویں خط میں یوں دیتے ہیں:

> "(تنقید) ایک زندہ، جاری، مسلسل نموپاتے، دوسری چیزوں سے زندہ، پرجوش تعلق قائم کرتے، نئی صورتِ حال کا کھلی آنکھوں سے سامنا کرتے، پرانی وابستگیوں کا جرآت مندانہ جائزہ لیتے، مسلسل سوال اٹھاتے اور جوابات کی تلاش میں نئے سوالوں سے دوچار ہوتے، فہم وفکر کے دھارے کو سمیٹنا ہے۔"(۱۴)

تنقید کی اس وقیع تعریف کے بعد ہم اگلے نکتے کی طرف بڑھتے ہیں۔

- فن

ظاہر ہے تنقید اور نقاد کو واسطہ ایک فن سے ہی ہے، اس لیے اس کتاب میں جابجا فن سے متعلق بحثیں ملتی ہیں۔ پیش لفظ میں ہی مصنف نے فن پارے کی جانچ کے پیمانے بتا دیے تھے (جو اوپر مذکور ہو چکے ہیں۔)۔ اس کے بعد مصنف نے فن کے بارے میں باتچو تھے خط میں کی ہے اور بتایا ہے کہ کون سے فن پارے معاشرے میں زندہ رہتے ہیں اور اپنی راہ خود سے متعین کرتے ہیں۔ یہ ایسے فن پارے ہوتے ہیں کہ جن میں جنون کی حد تک وحشت اور اپنے سے پہلے سے موجود نظریات و طریق کی خلاف ورزی موجود ہوتی ہے۔ ایسے فن پارے ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہوتی کہ ہر شخص اپنے وقت سے آگے کا آدمی نہیں ہوتا؛ اور دلچسپ بات یہ ہے کہ ایسے فن پر مشتمل تخلیق کسی بھی زمانے میں اکتاہٹ پیدا نہیں کرتی اور ان کا زمانہ بھی متعین نہیں ہوتا، بلکہ یہ ہر زمانے میں اسی عہد کی ترجمانی کرتی ہے۔ اقتباس دیکھیے:

"تخلیق دوسروں ہی کی نہیں، خود اپنی قائم کی گئی حدوں کو بھی پھاڑ کر نکل جایا کرتی ہے۔ اسی سبب سے وہ فن پارے ہماری روحوں کے زیادہ قریب ہیں، جن کی وحشت کسی طور رام نہیں ہوتی۔"(۱۵)

تخلیق یعنی فن کے اظہار پر اس پوری کتاب میں نہایت شاندار گفتگو کی گئی ہے۔ کہیں فن کی عظمت پر تو کہیں فن کی تخلیقی جولانیوں کے اہم خطوط ہمارے سامنے آتے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ فن کو جانچنے کے پیمانے، فن کی گہرائی، فن کی گیرائی، فن کی تھاہ یا اصل کیا ہوتی ہے؟ فن کیسے آفاقی ہو جاتا ہے؟ فن کی کلاسیکی نوعیت کیسے اور کیوں کر تشکیل پاتی ہے؟ فن کے جدید ہونے کی نشانیاں، فن اور ارسطو، فن اور بین المتونیت کیا ہے؟ فن اور نقل، فن کی تکنیک وہئیت، فن کا پیٹرن، فن کا کینن، فن اور سیاست، فن اور طاقت، فن اور معاشرہ، فن اور نظریہ، فن اور تنقید، فن اور نقاد، فن اور سچائی، فن اور اس کا تاثر، فن اور ادبی معیارات، فن اور عقل، فن اور جبلت، فن اور جہانِ حیرت، فن اور ندرت، فن اور قولِ محال، فن اور اسلوب، فن اور ادبی تحریکات، فن اور فن کا بھید، فن اور عصری فکریات، فن اوراس کے اسرار، فن اور تخیل، فن اور حقیقت نگاری، فن اور اس کا مطالعہ اور فن اور فنکار کا رشتہ وغیرہ وغیرہ، جیسے کئی موضوعات ہمیں اس کتاب میں ملیں گے۔ یہاں فن سے متعلقہ چند ایک اقتباسات دیکھیے:

- فن پارے کے اسرار کو صرف وہی محسوس کر سکتا ہے، جس کے پاس فن سے متعلق علم ہو اور مزید علم حاصل کرنے کی جرآت وصلاحیت اور ولولہ ہو۔
- ادبی تنقید کا بنیادی کام یہ ہے کہ وہ کسی تحریر کے فن پارے کے طور پر قائم ہونے کے اصولوں کا محاکمہ کرے اور ان اصولوں کے بارے میں کسی ابہام کا شکار نہ ہو؛ صاف لفظوں میں تنقید، ادب کی شعریات تک پہنچے؛ فن پارے کے معانی اور ان کی تشکیل کے پیچیدہ عمل کا تجزیہ کرے۔
- اچھے فن پارے کی طرف آدمی کھنچا چلا جاتا ہے۔ تنقید سپردگی میں ہوشیاری کو لازم قرار دیتی ہے۔
- فن کے روبرو آنا گویا اپنے ہی فراموش کردہ، تاریک، وحشی حصوں کے روبرو آنا ہے۔ اگر اپنے ہی روبرو آکر کوئی کمتری کے احساس سے دوچار ہو تو اس کا سبب وہ تحریریں ہوتی ہیں جنھیں مقامی یا عالمی استعمار نے وضع کیا ہوتا ہے۔
- مجھے فن ایک ایسی سطر محسوس ہوتا ہے، جس میں وقت، معنی، کیفیات کی ایک نہیں کئی لہریں ہیں۔
- اصل فن ہماری فہمِ عامہ کو چاروں شانے چِت کرتا ہے۔

ان اقتباسات سے بھی اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس کتاب میں فن کے بارے کیا کیا کچھ ہے۔ اب چوتھے نکتے کی طرف آتے ہیں۔

- فنکار

اس کتاب میں فنکار کے بارے میں بھی اچھی خاصی معلومات و گفتگو ملتی ہے، جسے پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ اصل فنکار کون ہے اور کسے صحیح معنوں میں فنکار کہنا چاہیے۔ اگر ایک نقاد کو فنکار کی پہنچان ہی نہیں ہو گی تو پھر اسے فن اور تنقید کے بارے میں بھی اصل گہرائی کا اندازہ نہیں ہو گا۔ فنکار کے متعلق مصنف موصوف کی رائے دیکھیے:

" ہم سب، کم یا زیادہ، سچائیوں سے فرار کے عادی ہیں۔ ہم اپنے وجود کی گہرائی میں کہیں، سچائی کا سامنا کرنے سے خوفزدہ ہیں۔ دنیا کے سب بڑے فنکار اس خوف کو دور کر لیتے ہیں۔"(۱۶)

اس ایک بات سے کتنی ہی باتیں سمجھ آتی جاتی ہیں کہ فنکار سچائی کا سامنے کرنے کا حوصلہ رکھتا ہے، اس سے فرار نہیں چاہتا؛ یہ ایک بہت ہی بڑی اور اہم بات ہے۔ ہر زمانے میں یہی بات تو فنکاروں کو آزماتی اور پرکھتی آئی ہے کہ کون سے فنکار / ادیب مظلوم کے ساتھ کھڑے ہیں اور کون سے ظالم کے ساتھ۔ کسے غریب کا ساتھ دینا ہے اور کسے سرمایہ داریت کا حصہ بننا ہے۔ پھر وقت ان دونوں کے مابین فیصلہ بھی کرتا ہے کہ اپنے فن کے لحاظ سے کون زندہ رہے گا اور کون بھلا دیا جائے؛ اس بات میں بھی کوئی دورائے نہیں کہ جس فنکار کے فن کو دنیا بھلا دے، فراموش کر دے، وہ فنکار کی موت ہی کے مترادف ہے۔ مصنف اس بارے تیرھویں خط میں رقمطراز ہیں: "کسی فنکار کی موت، دراصل اس کے فن سے متعلق دنیا کا خاموش ہو جانا ہے۔" (۱۷) فنکار کی اہمیت، فنکار کی عظمت واصلیت، فنکار اور معاشرہ، فنکار اور فن، فنکار اور ادبی معیارات، فنکار اور نظریہ سازی، فنکار اور نظریات، فنکار اور زمانی رجحان، اچھے فنکار کی خوبیاں، برے فنکار کی خامیاں وغیرہ وغیرہ، جیسی کئی اہم باتیں ان خطوط سے سامنے لائی جاسکتی ہیں۔ فی الحال چند ایک اقتباسات اس حوالے سے دیکھیے:

- ہم جس دنیا میں جیتے ہیں، وہ ہمیں اپنی پیچیدگی، اپنے بھیانک پن اور تاریکی کو نظر انداز کرنے کی ترغیب دیتی ہے۔ لوگ اس ترغیب میں آجاتے ہیں، مگر سوچنے والے ذہن اور بڑے فنکار اس ترغیب کا شکار نہیں ہوتے۔
- کسی نظریے کے مقابلے میں فنی پیٹرن، سخت جان ہوتا ہے۔ اکثر تخلیق کار اس کی پابندی میں عافیت سمجھتے ہیں، مگر کوئی نابغہ آتا ہے اور اسے بھی توڑ دیتا ہے۔ یہ الگ بات کہ بعد کے لوگ، اس کے اجتہاد ہی کو ایک نیا پیٹرن بنا لیتے ہیں۔
- کوئی شخص تخلیق کار ہو اور اپنی ہستی کے پاتال تک اداس نہ ہو، یہ ممکن نہیں ہے۔ مزاح نگار بھی اپنے اندر گہرا المیہ احساس لیے ہوتے ہیں۔
- اصل تخلیق کار دنیا کے بازار نہیں، کارزار میں کتابیں روانہ کرتے ہیں۔
- مصنف ایسے دیوتا ہوتے ہیں جو کتاب کی تخلیق کے بعد، اس سے الگ ہو جاتے ہیں۔

بیان کردہ چاروں نکات کو اس کتاب میں بڑے رچاؤ اور سبھاؤ سے بیان کیا گیا ہے۔ کئی خط آپس میں مربوط اور مسلسل ہیں اور کئی خط خود میں ایک مکمل اکائی ہیں۔ جنھیں پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ کتنی ہی کتابوں کو پڑھنے سے بہتر ہے کہ یہ ایک خط پڑھ لیا جائے۔ جیسے پہلا خط؛ جو تنقید، نقاد اور سوال کی عظمت پہ لکھا گیا ہے۔ اکتیسواں خط؛ جس میں ناول کی دنیا پر نہایت شاندار اور وقیع انداز میں بحث کی گئی ہے۔ بتیسواں اور تینتیسواں خط؛ یہ خطوط باہمی ربط میں ہیں اور دونوں میں ہی شعر، شاعر اور معنی کی بھشیں سمیٹنے کی کوششیں کی گئی ہیں۔ تیسواں خط؛ جس میں مقبولِ عام ادب کو جس طرح بیان کیا گیا ہے اس کی مثال کہیں اور ملنا محال ہے۔ پندرھواں اور سولھواں خط؛ قولِ محال پر سر حاصل تبصرے ہیں اور مثالیں ایک سے بڑھ کر ایک، یوں لگتا ہے جیسے یہ دونوں خطوط ہی قول، محال بنتے چلے جارہے ہیں۔ اسی طرح کئی اور مثالیں بھی دی جاسکتی ہیں جن سے ان خطوط کی عظمت واضح کی جاسکتی ہے۔ ڈاکٹر خلیق انجم نے غالب کے خطوط مرتب کرتے ہوئے جلد اول میں مکتوب نگاری کے فن پہ بات کرتے ہوئے ایک بات کہی ہے جو یہاں برمحل محسوس ہوتی ہے، سنیے:

> "خط کاغذ کے ٹکڑوں پر بکھرے ہوئے محض بے جان الفاظ نہیں بلکہ زندہ شے ہیں۔ یہ بولتے ہیں۔ ایک دھڑکتے دل کی صدائیں دوسروں تک پہنچاتے ہیں۔ مکتوب نگار کا مخاطب کوئی ہو اور وہ کسی بھی عہد کا انسان ہو، وہ اگر اس فن میں کامیاب ہے تو یہ خط زمین پر رہنے والے ہر عہد

کے انسان کے لیے ہیں اور جب بھی یہ خط کوئی پڑھے گا اسے محسوس ہو گا کہ وہ اسی زمانے میں پہنچ گیا ہے اور مکتوب نگار کا مخاطب وہی ہے۔"(۱۸)

اور یقیناً یہ خطوط ہر زمانے کے لیے لکھے گئے خطوط ہیں۔

ان خطوط کی ایک اور اہم بات یہ ہے کہ اس میں ادبِ عالیہ اور عالمی ادب کے شاہکار فن پاروں سے اقتباسات کا انتخاب کر کے ہر خط کے شروع میں درج کیے گئے ہیں۔ جن سے نہ صرف عالمی سطح کے اور ادبی معیارات کے حامل فن پاروں کو براہ راست پڑھنے کا موقع ملتا ہے بلکہ خطوط کے اندر موجود اہم تنقیدی و فنی نکات کو پڑھتے ہوئے وہ بھی کہیں ذہن نشین رہتے ہیں۔ ان اقتباسات کو پڑھتے ہی جہاں ہم پر علم وادب کے در وا ہوتے ہیں وہیں یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ صاحبِ کتاب کا مطالعہ کس قدر وسیع و وقیع ہے؛ کنفیوشس سے اس کے شاگرد نے استاد کی تعریف پوچھی تو فرمایا:

" اگر تم نیا علم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ سابقہ حاصل کردہ علم پر نظرِ ثانی بھی کرتے رہو تو دوسروں کے استاد بننے کے لیے موزوں ہو۔"(۱۹)

کنفیوشس کے مطابق بھی یہ ایک استاد کے قلم سے لکھے گئے خطوط ہیں کہ جن میں سابقہ اور حاضرہ تمام حاصل شدہ علم زیرِ بحث آ گیا ہے۔ میرے خیال میں اس کتاب کا مطالعہ ہر اس شخص کو کرنا چاہیے، جو ادب کا طالبِ علم ہے۔ شروع میں میں نے جس مغالطے کا ذکر کیا تھا وہ اسی لیے کیا تھا کہ مصنف موصوف کی ابتدائی کتابوں کے بارے میں اگر اہلِ علم کو کچھ تحفظات ہیں، تو وہ بات اپنی جگہ؛ مگر اُس کے تناظر میں اِس کتاب کو فراموش مت کیجیے، ورنہ آپ ایک بیش بہا علمی خزانے سے محروم ہو جائیں گے۔

حوالہ جات

۱۔ ناصر عباس نیر، ڈاکٹر، نئے نقاد کے نام خطوط، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۲۳ء، ص ۱۷۰

۲۔ ایضاً، ص ۱۶۹

۳۔ ایضاً، ص ۸

۴۔ ایضاً، ص ۱۰

۵۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، ارسطو سے ایلیٹ تک، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ۲۰۱۴، ص ۱۳۴

۶۔ یوسف سلیم چشتی، پروفیسر، شرح جاوید نامہ، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور، س ن، ص ۲۵

۷۔ نئے نقاد کے نام خطوط، ص ۱۳

۸۔ ایضاً، ص ۱۳-۱۴

۹۔ ایضاً، ص ۱۵-۱۶

۱۰۔ ایضاً، ص ۱۶

۱۱۔ ایضاً، ص ۷

۱۲۔ ایضاً، ص ۱۷

۱۳۔ ایضاً، ص ۲۷

۱۴۔ ایضاً، ص ۵۷

15۔ ایضاً، ص ۳۸

۱۶۔ ایضاً، ص ۱۳۵

۱۷۔ ایضاً، ص ۱۰۵

۱۸۔ خلیق انجم، ڈاکٹر (مرتب)، غالب کے خطوط (جلد اول)، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی، ۲۰۰۸، ص ۱۲۷

۱۹۔ مکالماتِ کنفیوشس، کنفیوشس، مترجمہ: یاسر جواد، لوٹس پراجیکٹ، لاہور، ۲۰۲۳ء، ص ۲۱

References in Roman Script

1. Nasir Abbas Nayyar, Dr., Naye Naqad ke Naam Khutoot, Sang-e-Meel Publications, Lahore, 2023, p: 170
2. Ibid, p:169
3. Ibid, p:8
4. Ibid, p:10
5. Jamil Jalibi, Dr., Arastu se Eliot tak, National Book Foundation, Islamabad, 2014, p.134
6. Yusuf Saleem Chishti, Professor, Sharah Javed Nama, Maktaba Taamir-e-Insaniyat, Lahore, s.n., p: 25
7. Naye Naqad ke Naam Khutoot, p: 13
8. Ibid, p:13-14
9. Ibid, p:15-16
10. Ibid, p:16
11. Ibid, p:7
12. Ibid, p:17
13. Ibid, p:27
14. Ibid, p:57
15. Ibid
16. Ibid, p:38
17. Ibid, p:135
18. Ibid, p:105
19. Khaliq Anjum, Dr. (Murattib), Ghalib ke Khutoot (Jild Awwal), Anjuman Taraqqi Urdu Pakistan, Karachi, 2008, p.127
20. Mukalmat-e-Confucius, Confucius, Mutarjuma: Yasar Jawad, Lotus Project, Lahore, 2023, p.21